مشہور امام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے والد ہیں۔ [1]

ان حضرات کے اس عمل پر معاصر ائمۂ دین کی طرف سے کسی قسم کی نکیر کا پتہ نہیں چلتا، حالانکہ اس دور میں ہر جگہ علماء و فقہاء اور محدثین کا جم غفیر موجود تھا اور مختلف مسائل میں اختلاف رائے ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ نصرانی کاتب سے قرآن لکھوانے میں اس کی ظاہری پاکی و صفائی کا لحاظ رہتا رہا ہوگا، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے ایک واقعہ میں یہی بات تھی، اور ایسی صورت میں وہ نصرانی کاتب قرآن کو چھوتے اور پڑھتے تھے۔

اس کے باوجود عہد سلف میں بلا کسی شرط و قید ہر محدث و جنبی اور غیر مسلم کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانے اور پڑھنے کے جواز میں کوئی صریح قول نہیں ملتا، البتہ حضرت قتادہؓ کا قول "فاما فی الدنیا فانہ یمسہ المجوسی والنجس والمنافق" بتاتا ہے کہ عہد صحابہ و تابعین میں قرآن کو غیر مسلم بھی ہاتھ لگاتے تھے۔
بعد میں پانچویں صدی کے مشہور ظاہری امام و عالم ابن حزم اندلسیؒ متوفی ۴۵۶ھ بلا کسی قید و شرط کے علی الاطلاق اس کے جواز کے قائل ہیں اور محدث، جنبی اور کافر و مشرک سب کے لیے قرآن چھونے اور پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اور عدم جواز کے تمام دلائل کا رد کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

جنبی کے لیے مس قرآن کو ناجائز قرار دینے والوں نے جن آثار سے استدلال کیا ہے، ان میں سے کوئی صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ یا مرسل ہے، یا غیر مستند صحیفہ ہے، یا اس کا راوی مجہول ہے، یا ضعیف ہے۔ [2]

اور اپنے اس قول کے استدلال میں مکتوب نبوی بنام ہرقل کو پیش کیا ہے

---

[1] : تہذیب التہذیب ج ۶ صفحہ ۲۶۱۔
[2] المحلی ج ۱ صفحہ ۸۱۔

جس میں قرآنی آیات ہیں اور نصاریٰ نے ان کو ہاتھ لگایا اور پڑھا ہے۔ یہ مکتوب مبارک صحیح بخاری کتاب بدء الوحی میں یوں درج ہے :-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ و رسولہ الیٰ هرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ، اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین، فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین، و یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا، و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ، فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۵"

اس مکتوب نبویؐ کو نقل کرکے ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے نصاریٰ کے پاس یہ مکتوب روانہ فرمایا جس میں یہ آیت ہے: حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ وہ اس مکتوب کو ہاتھ لگائیں گے، [1]

اس مکتوب کے پیشِ نظر بعض علماء حنبلی کے لیے ایک دو آیات پڑھنے اور دشمن کے ملک میں قرآن کے بعض اجزاء بھیجنے اور اس کے ساتھ سفر کرنے کے قائل ہیں۔ [2]

غیر مسلم کو قرآن کی تعلیم دینے کے بارے میں علماء سلف کے مختلف اقوال ہیں: حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے کافر کو قرآن کی تعلیم سے مطلقاً منع کیا ہے، حنفیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے، امام شافعیؒ کے اس بارے میں دو اقوال ہیں: اور بعض مالکی علماء نے غیر مسلم پر دین کی حجت قائم کرنے کے لیے قرآن کی مختصر تعلیم

---

[1] فتح الباری جلد ۱ ص ۳۹ -

[2] المحلی ۱۶ ص ۸۳ -

جائز قرار دی ہے، اور ضرورت سے زیادہ تعلیم سے منع کیا ہے، انھوں نے مکتوب نبوی بنام ہرقل سے استدلال کیا ہے، آخر میں لکھا ہے کہ:

وقد نقل النووی الاتفاق علی جواز الکتابة الیهم بمثل بذلك۔[۱]

امام نووی نے نصاریٰ وغیرہ کے پاس اس قسم کے خط لکھنے پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے،

حنفیہ کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ وہ غیر مسلم کے لیے قرآن کی تعلیم مطلقاً جائز سمجھتے ہیں، دُرِّ مختار میں ہے:

ویمنع النصرانی من مسه، وجوزه محمد اذا اغتسل، ولا باس بتعلیمه القرآن والفقه عسی ان یهتدی[۲]

نصرانی کو مس قرآن سے روکا جائے گا، اور امام محمدؒ اس کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ وہ غسل کرلے، اور اس کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے ہدایت پا جائے،

علمائے ہند میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے غیر مسلم کو صرف ترجمۂ قرآن دینا جائز قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن مجید کا حکم رکھتا ہے، اور غیر مسلموں کو تبلیغ کے لئے دینا جائز ہے[۳]

الحاصل غیر مسلم کے ہاتھ میں قرآن کریم دینے اور اس کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کے بارے میں (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے سے پہلے غسل یا وضو کے بعد قرآن

---

[۱] ۱۔ فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۴ ۔

[۲] ۲۔ در المختار ج ۱ ص ۱۸۳ ۔

[۳] ۳۔ کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۲۵ ۔

کا چھونا اور پڑھنا، (۲) مکتوب نبویؐ بنام ہرقل (۳) حضرت قتادہؒ کا بیان، (۴)
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ اور حضرت علقمہ بن قیسؒ کا نصرانی سے قرآن لکھوانا (۵)
امام محمد بن حسن شیبانیؒ کا قول (۶) احناف کے نزدیک غیر مسلم کی ہدایت کی امید پر
اس کو قرآن کی تعلیم دینے کا جواز، (۷) امام ابن حزم ظاہری اندلسیؒ کے نزدیک علی الاطلاق
سب کے لیے مسِ قرآن کا جواز، ان سب تصریحات کی روشنی میں ایسے غیر مسلموں کو
قرآن چھونے اور پڑھنے پر سنجیدگی سے غور کیا جا سکتا ہے جو واقعی ہدایت کے طالب ہیں،
اور اس کا اپنے طور پر احترام کرتے ہیں، ایک بات خاص طور سے قابل غور ہے کہ عبدالرحمٰن
بن ابی لیلیٰ اور علقمہ بن قیس نے نصرانی سے قرآن لکھوایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم
نے متعدد سربراہان ملک کے پاس دعوتی مکاتیب روانہ فرمائے مگر نصرانی سربراہ
ہرقل کے مکتوب میں قرآنی آیات تحریر فرمائیں، امام محمد نے نصرانی کو غسل کے بعد قرآن
چھونے کی اجازت دی ہے، ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرے اہل مذاہب کے مقابلہ میں
عیسائی اسلام اور مسلمانوں سے زیادہ قریب تھے، اور قرآن کا کسی حد تک احترام کرتے
تھے، اس لیے اہل علم کو ان پر اعتماد تھا،

دوسری بات یہ ہے کہ قتادہؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، علقمہ بن قیسؒ اور امام محمدؒ
علمائے عراق میں سے ہیں جن کے یہاں نومسلموں اور غیر مسلموں کے اختلاط و اجتماع کی وجہ سے
نئے نئے مسائل پیدا ہوتے تھے، اور ائمہ دین ان کو کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی فقہی
بصیرت سے حل کرتے تھے، اس دور میں عراق کے مرکزی شہر کوفہ، بصرہ وغیرہ عجمی و
عربی رجال و افکار کا گہوارہ تھے، اور ان میں مذہبی بحث و مناظرہ کی مجلسیں برپا ہوا کرتی
تھیں، اسی وجہ سے علماء عراق جدید مسائل کے بارے میں سند اور اسوہ کی حیثیت
رکھتے ہیں، اور ان میں توسع پایا جاتا ہے۔

امام ابوزرعہ رازیؒ

(از، مولانا اسیر ادروی صاحب، ادری، اعظم گڈھ)

ابوزرعۃ الرازی اپنے دور کے مشہور محدث، حافظ حدیث، اسماء الرجال اور فن جرح وتعدیل کے بہت بڑے عالم اور امام فن تھے حفظ حدیث، ذکاوت اور علم وعمل ہر اعتبار سے ممتاز تھے، ان کی عظمت اور علم وفضل کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کے تلامذہ میں امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، ابن ماجہ، ابوحاتم رازی جیسے مشہور محدثین شامل ہیں، آپ امام بخاریؒ ومسلمؒ جیسے یگانۂ روزگار محدثین کے معاصر ہیں اور بہت سے شیوخ حدیث میں شریک ہیں، لاکھوں حدیثیں انہوں نے اپنے ہاتھ سے نقل کیں، اسماء الرجال اور فن جرح وتعدیل کی کتابوں میں امام بخاری ومسلم اور دوسرے مشاہیر فن کے ساتھ ان کے بھی اقوال مذکور ہیں اور ان کی بڑی اہمیت ہے۔

آپ کا نام عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فرخ ہے، لیکن علمی دنیا میں آپ کی شہرت صرف ابوزرعہ رازی کے نام سے ہے آپ کی ولادت دوسری صدی کے آخر میں سنہ ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ امام بخاری کا سال ولادت بھی یہی ہے آپ کی ولادت شہر رَے میں ہوئی اور وہیں نشوونما پائی۔

خاندان آپ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا، آپ کے دادا یزید بن فرخ رَے کے تین مشہور محدثین میں شامل ہیں، اسماعیل بن یزید

اور محمد بن یزید ابو جعفر المعلب اور تیسرے بھی یزید بن فروخ ہیں، آپ کے والد عبدالکریم بن یزید خود بھی صاحب علم تھے اور مشہور محدثین کی علمی مجلسوں میں برابر شریک ہوتے تھے، اسماء الرجال کی بہت سی معلومات ابوزرعہ کو اپنے والد ہی کے ذریعہ حاصل ہوئیں، اسی طرح ان کے بھائی ابوبکر بھی اہل علم تھے اور محدثین سے حدیثوں کے سماع کے سلسلہ میں ابوزرعہ اپنے بھائی ابوبکر کے ساتھ بسا اوقات جاتے تھے، اسی طرح ان کی پھوپھی کا گھرانہ بھی علمی گھرانہ تھا، ان کے پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ مشہور محدث ابوحاتم رازی نے تحصیل حدیث کے سلسلہ میں اسفار کیے ہیں۔

ابوزرعہ نے اپنے خاندان اور عزیز و اقارب اور اپنے شہر کے علمی ماحول اور آب و ہوا میں نشوونما پائی جہاں ہر طرف اور ہمہ وقت قال اللہ و قال الرسول کے ایمان افروز اور حوصلہ افزا نغمے گونج رہے تھے۔

وطن آپ کا وطن شہر "رے" ایک مردم خیز شہر تھا اسی کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا میں ایک علمی مرکز کی حیثیت سے بھی مشہور تھا۔ رے میں ہر طرف علم حدیث کا چرچا تھا، متعدد محدثین اور ائمۂ جرح و تعدیل کے علمی زمزمہ آرائیوں سے پورا شہر معمور تھا، دنیائے اسلام میں ہمہ وقت جو علمی کارواں سرگرم سفر رہا کرتے تھے ان کی ایک منزل رے بھی تھی جہاں ایک گروہ اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے، رے کے محل وقوع نے بھی اس کی مرکزیت و مرجعیت میں اضافہ کر دیا تھا کیوں کہ ماوراء النہر کے تمام علمی مرکزوں نیشاپور، مرو، بلخ، ہرات وغیرہ مشہور شہروں کے قافلوں کی شاہراہ پر واقع تھا، ان علاقوں سے حاجیوں کے قافلے اور طلب حدیث میں سرگرم سفر رہنے والے کارواں رے ہی سے ہو کر گذرتے تھے، اس کی سرایوں اور مسافرخانوں میں یہ قافلے خیمہ زن رہا کرتے تھے، اور کارواں کے افراد اپنے اپنے ذوق کے مطابق رے کے محدثین کی علمی مجلسوں میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے اور کچھ دنوں قیام

کرنے کیلئے آگے کے سفر پر نکل جاتے تھے۔ اس کی وجہ سے رَے میں ہر وقت علمی [illegible] ماحول بنا رہتا تھا، ہر طرف علمی چرچے، درسِ حدیث کی باتیں، مذاکرے و مباحثے [illegible] شب و روز ہوتے رہتے تھے جیسے اس کے علاوہ یہاں اور کوئی معروفیت [illegible] کی چیز ہی نہیں ہے۔ پھر رَے کا تجارتی مرکز ہونا اور خلفاء کا خصوصیت کے ساتھ [illegible] علماء و محدثین کا لحاظ و خیال رکھنا اور ان کو علمی مشغلوں کی سہولتیں فراہم کرنا بھی [illegible] کی شہرت کا باعث تھا۔

رَے میں بہت سے علمی خانوادے تھے جن میں درس و تدریس کا سلسلہ اور علمی چرچا رہا کرتا تھا اس کے افراد علمی مشاغل میں مصروف تھے اور وہ رَے آنے والوں کے سامنے اپنے آبا و اجداد کے علمی ذخیروں سے لوگوں کو مستفید ہونے کے مواقع فراہم کرتے رہتے تھے۔ رَے کے متعدد علماء اور محدثین کی عالم اسلام میں شہرت نے بھی رَے کی مرکزیت میں اضافہ کر دیا تھا، مشاہیر اسلام اور جلیل القدر محدثین کے سفر رَے کا حال تاریخوں میں مذکور رہے، ان میں سے کچھ ممتاز اور نمایاں نام درج ذیل ہیں۔

امام سعید بن جُبیر الاسدی الوالبی جن کو حجاج نے ۹۵ھ میں ظلماً قتل کرایا،
مشہور محدث ضحاک بن مزاحم الہلالی الخراسانی (متوفی ۱۰۵ھ) امیر المؤمنین فی الحدیث عامر بن شراحیل (متوفی ۱۰۳ھ) جو صرف شعبی کے نام سے مشہور ہیں، خباب بن نافع العنبی الکوفی (متوفی ۱۱۷ھ) جو نافع مولیٰ ابن عمرؓ کے مشہور راوی ہیں، حجاج بن ارطاط بن ثور النخعی الکوفی القاضی (متوفی ۱۴۵ھ) مشہور محدث و فقیہ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی، امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار المدنی (متوفی ۱۵۲ھ) امیر المؤمنین فی الحدیث سفیان بن سعید بن مسروق الثوری (متوفی ۱۶۱ھ) امام القرأۃ والتجوید والنحو علی بن حمزہ بن عبداللہ الاسدی الکوفی الکسائی (متوفی ۱۸۰ھ) مشہور

[illegible] وقت عبداللہ بن المبارک المروزی (متوفی سنہ ۱۸۱ھ) ابو الفضل سلمہ بن شبیر نیشاپوری (متوفی سنہ ۲۱۲ھ) امام علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح السعدی ابوالحسن ابن المدینی البصری (متوفی ۲۳۴ھ) جو امام بخاری کے مشہور شیوخ میں ہیں۔

دنیائے اسلام کی ان مشہور اور عظیم المرتبت شخصیتوں کے خیر مقدم کرنے کا شرف سرزمین رَے کو حاصل ہوا، ان علماء و محدثین نے افادہ و استفادہ کی غرض سے رَے کا سفر کیا۔ اس تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ ابو زرعہ کے نشو و نما کا زمانہ کتنا زرخیز تھا۔ رَے کے اس علمی ماحول اور فضا میں ان کا بچپن گذرا۔

کنیت ابو زرعہ کی کنیت میں رَے اور دوسرے مقامات کے تقریباً پچاسوں اہلِ علم شریک ہیں۔ لیکن فن اسماء الرجال و فن جرح و تعدیل اور علم حدیث میں جب مطلق بغیر نسبت کے ابو زرعہ کی کنیت استعمال کی جاتی ہے تو اس سے مراد یہی ابو زرعہ الرازی ہوتے ہیں کیونکہ "المطلق اذا اطلق یراد به الفرد الکامل" ابو زرعہ کی علمی عظمت و شان نے ان کے اسلاف و معاصرین کو جو ان کے ساتھ کنیت میں شریک تھے پردۂ خفا میں ڈال دیا۔

تحصیل علم چونکہ گھر اور خاندان میں ہمہ وقت علمی چرچا رہتا تھا۔ خود ان کے والد علماء و محدثین کی مجلسوں میں برابر شریک ہوتے رہتے تھے اس لیے قدرتی طور پر ابو زرعہ اپنی کم عمری ہی میں علمی مجلسوں میں شریک ہونے لگے تھے عہد اسلام کی ابتدائی صدیوں میں تحصیل علم کا مروجہ طریقہ یہ تھا کہ طالبان علم حدیث کا قافلہ مرتب ہوتا تھا۔ اور اجتماعی طور پر یہ قافلہ شہروں شہروں میں قیام کرتا ہوا علم حدیث کے مرکزوں تک پہونچتا اور حسب ضرورت وہاں قیام کرکے پھر آگے بڑھتا تھا چونکہ راستے مخدوش تھے اس لئے جان و مال کی حفاظت کے خیال سے تنہا سفر نہیں کیا جاتا تھا۔

ابوزرعہ کا پہلا علمی سفر تیرہ سال کی عمر میں ہوتا ہے۔ اسی عمر میں انہوں نے اپنی فطری ذکاوت و قوت حافظہ اور فہم و فراست کی وجہ سے اکابر محدثین کا اعتماد حاصل کر لیا تھا، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مشہور محدث قتیبہ بن سعید (متوفی سنہ ۲۴۰ھ) رے تشریف لائے ہیں تو لوگوں نے ان سے روایت حدیث کی درخواست کی تو انہوں نے کہا:

"میری مجلس درس میں احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، ابوبکر ابن ابی لیلیٰ، شیبہ اور ابوخیثمہ جیسے اہل علم شریک ہوتے ہیں، میں یہاں کس کے سامنے حدیث بیان کروں؟"

لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے مختلف مجلسوں میں جو حدیثیں بیان کی ہیں ہمارے یہاں ایک نوجوان ہے جو ان حدیثوں کو پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بیان کر دے گا، یہ کہہ کر لوگوں نے ابوزرعہ سے کہا کہ ابوزرعہ کھڑے ہو جاؤ، چنانچہ ابوزرعہ آئے اور انھوں نے وہ تمام حدیثیں بیان کر دیں جو قتیبہ بن سعید اب تک رے کی مختلف مجلسوں میں بیان کر چکے تھے، یہ حیرتناک حافظہ دیکھ کر قتیبہ ششدر رہ گئے اور درس حدیث شروع کر دیا۔[1]

علمی اسفار علمی اسفار خاص طور پر دو مقصدوں کے پیش نظر ہوتے تھے۔ ایک تو یہ کہ جس راوی سے ان کو حدیث ملی ہے اگر اس کے شیخ سے ملاقات ممکن ہے تو اس شیخ سے براہ راست مل کر حدیث کا سماع کرتا وہ پسند کرتے تھے، تاکہ سند مختصر ہو جائے۔ فن علوم الحدیث میں اس کو علو اسناد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرا مقصد سفر راویوں کے حالات کا صحیح علم تاکہ جرح و تعدیل کے اعتبار

---

[1] :- تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۳۴ تاریخ دمشق لابن عساکر ق ۲ ص ۵۰۸ و ۵۰۹

حدیث کا صحیح مقام و مرتبہ متعین کیا جا سکے اور روایت کا درجہ معلوم ہو جائے، اسی [illegible] کے نتیجہ میں فن اسماء الرجال اور فن جرح و تعدیل وجود میں آیا۔ ان اسفار کا مقصد شیوخ حدیث اور اکابر امت سے تبرکاً ملاقات کسی کے پیش نظر نہیں تھا۔ جیسا کہ موجودہ زمانہ میں ہوتا ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ حدیث کی صحت اور ضعف کا دارومدار راوی کے مجروح و ثقہ ہونے پر منحصر ہے، تدوین حدیث کے سلسلہ میں اسکی اہمیت و ضرورت اور بڑھ جاتی تھی، ان سفروں سے جہاں ذخیرۂ حدیث کی فراہمی میں مدد ملتی تھی وہیں روایتوں کی صحت و ضعف کا علم بھی علی وجہ البصیرۃ حاصل ہو جاتا تھا۔ ان سفروں کو بڑی اہمیت حاصل تھی یہاں تک کہ جو لوگ طلب حدیث کے سلسلے میں اسفار نہیں کرتے تھے ان کا درجہ محدثین کی مجلسوں میں بہت کمتر سمجھا جاتا تھا، یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں:

اربعة لا تؤنس منهم رشدا منهم رجل يكتب في بلده ولا يرحل في طلب الحديث [1]

چار طرح کے لوگوں میں صحیح علمی بصیرت نہیں پیدا ہو سکتی ان میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو طلب حدیث میں اپنا وطن نہیں چھوڑتے ہیں۔

ابن ادہم کہا کرتے تھے کہ:

ان الله يرفع البلاء عن هذه الامة برحلة اصحاب الحديث [2]

اللہ تعالیٰ طلب حدیث کے سلسلہ میں سفر کرنیوالوں کی برکت سے اس امت کو بہت سی بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔

۱۔ الرحلۃ فی طلب الحدیث للبغدادی ص ۴۷۔

۲۔ ایضاً ص ۴۷ و فتح المغیث ج ۳ ص ۲۱۵۔

تحصیلِ حدیث کے سلسلہ میں اسفار کی اس اہمیت کے با وجود ایک مسلّمہ شدہ اصول تھا کہ ترکِ وطن سے پہلے اپنے شہر کے اہلِ علم اور شیوخ حدیث کی مجالس میں شریک ہو کر ان کے علوم کو حاصل کرے پھر اپنے وطن کے قرب وجوار میں واقع شہروں اور قریوں کے اہلِ علم سے استفادہ کو مکمل کرنے کے بعد دور دراز کے علمی مرکزوں کا سفر اختیار کرے،

ابو زرعہ نے بھی اس اصول کو مدِ نظر رکھا، انھوں نے سنِ شعور کے ابتدائی مراحل میں رے کے محدثین سے سماعِ حدیث کے بعد اپنے علمی سفر کا آغاز کیا، خود ابو زرعہ کا بیان ہے:

كتبت بالري قبل ان اخرج الى العراق عن نحو ثلاثين شيخا، منهم عبد الله بن الجراح التيمي ابو محمد القهستاني نزيل الري، عبد العزيز بن المغيرة المنقري ابو عبد الرحمن البصري نزيل الري، عبد الصمد بن حسان المروزي خادم سفيان الثوري جعفر بن عيسى البصري قاضي الري بشر بن يزيد بن الازهر النيسابوري، سلمة بن بشير النيسابوري نزيل الري عبيد بن اسحاق العطار ابو عبد الرحمن الكوفي ۔ملہ

سفرِ عراق سے پہلے میں اپنے شہر کے تقریباً ۳۰ شیوخ حدیث سے حدیثیں لکھ چکا تھا، ان میں سے چند نام یہ ہیں عبد اللہ بن الجراح تیمی ابو محمد قہستانی (متوفی ۲۳۲ھ) عبد العزیز بن مغیرہ منقری بصری، عبد الصمد بن حسان مروزی خادم سفیان ثوری۔ جعفر بن عیسیٰ بصری قاضی رے (متوفی ۲۱۹ھ) بشر بن یزید بن الازہر نیشاپوری، سلمہ بن بشیر نیشاپوری۔ عبید بن اسحاق عطار ابو عبد الرحمن کوفی وغیرہ

ملہ :- تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ۳۳۵ ۔ بقیہ صفحہ آگے پر ۔

ابو زرعہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے فضل بن دکین (متوفی ۲۱۸ھ) سے کس سال حدیثیں لکھیں تو انھوں نے کہا کہ ۲۱۹ھ میں یعنی اس وقت جب آپ کی عمر بیسویں سال میں داخل ہو چکی تھی [1]۔

پہلا سفر

ابو زرعہ نے پہلا علمی سفر ۲۰ سال کی عمر میں کوفہ کا کیا ہے جو اس زمانہ میں علم و فن کا اہم ترین مرکز تھا، گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں علماء و محدثین کی مجالس درس قائم تھیں، ہر طرف علم و فن، تعلیم و تعلم، درس و تدریس کی چہل پہل تھی، واردین و صادرین کا کوفہ میں ایک تسلسل لگا ہوا تھا، ابو زرعہ کا یہ سفر ٹھیک اسی طرح کے ایک قافلے کے ساتھ تھا جیسے سوداگروں اور بیوپاریوں کا قافلہ چلا کرتا تھا، کیونکہ راستے خطرات سے خالی نہیں تھے، تنہا سفر کرنا ممکن نہ تھا۔

اس سفر میں آپ کے دس مہینے لگے، اسی سفر میں آپ نے کوفہ کے مشہور محدث ابو نعیم فضل بن دکین سے حدیثوں کا سماع کیا۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

۲: تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۶۹۔

۳: الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۳۹۷۔

۴: الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۵۱۹۔

۵: میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۱۳-۴۱۴۔

۶: الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۱۵۷۔

۷: الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۵۷۔

۸: ایضاً ج ۲ ص ۴۰۱۔

۱: تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۳۳۹۔

دوسرا سفر ابوزرعہ کا دوسرا علمی سفر طویل ترین سفر تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ سفر استفادہ وافادہ کے لحاظ سے اہم ترین بھی تھا، یہ سفر ۲۲۷ھ ...رو ع ہو کر ۲۳۲ھ کے ابتدائی مہینوں تک جاری رہا، اس سفر میں انھوں نے ...ن سے علمی مرکزوں سے استفادہ کیا، مختلف شہروں اور دور دراز گاؤں میں پہونچ ...ہاں کے اہل علم سے علم حدیث حاصل کیا، خود ابوزرعہ نے اپنے اس سفر کی روداد بیان ...ہے اس لیے اُن ہی سے یہ رُوداد سماعت فرمائیں، وہ کہتے ہیں کہ :-

"میں دوسری بار ۲۲۷ھ میں رے سے نکلا اور ۲۳۲ھ میں رے واپس آیا، اس سفر میں سب سے پہلے میں نے مکہ پہونچ کر فریضۂ حج ادا کیا، حج سے فراغت کے بعد مصر پہونچا، مصر میں میں نے پندرہ مہینے گزارے جبکہ آغاز سفر کے وقت مصر میں کم سے کم قیام کا ارادہ تھا لیکن وہاں پہونچ کر جب میں نے علمی چہل پہل دیکھی، ہر طرف افادہ واستفادہ کا ولولہ انگیز سلسلہ جاری پایا تو میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور مصر میں میرے قیام کی مدت دراز سے دراز ہوتی چلی گئی، اسی طرح امام شافعیؒ کی کتابوں کے سماع کا بھی میرا ارادہ نہیں تھا لیکن جب میں نے غیر معین قیام کا ارادہ کرلیا تو میں نے ایسے شخص کی جستجو کی جو امام شافعی کی کتابوں سے بہتر طور پر واقف ہو، جب ایسا شخص مل گیا اور میں نے اجرت پر نقل کرنے کا معاملہ طے کرلیا میرے پاس دو کپڑے اپنی ضرورتوں کے لیے تھے، ان کو فروخت کرکے کاغذ خریدا اور اس شخص کے حوالے کردیا [1]

قیام مصر کے زمانہ میں ابوزرعہ کے فضل وعلم کو جو شہرت ملی اور محدثین مصر کے نزدیک

---

[1] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۳۴۰ -

علم حدیث میں ان کو مقام و مرتبہ حاصل ہوا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان کہتے ہیں :-

ما قدم مثل ابی زرعۃ و ابی حاتم مصر و دعلینا من العلماء، سلہ	جتنے علماء مصر آئے ان میں ابوزرعہ اور ابوحاتم جیسا کوئی عالم نہیں آیا۔

تیسرا سفر تیسرے علمی سفر کا واقعہ بھی خود ابوزرعہ نے بیان کیا ہے انھوں نے بتایا ہے کہ اس سفر میں شام عراق اور مصر میں ساڑھے چار برس صرف ہوگئے، اس مدت میں ہر جگہ حسب حالات قیام کرکے وہاں کے مشاہیر شیوخ حدیث سے انہوں نے استفادہ کیا، حدیثوں کا سماع کیا، ان کی کتابوں کو نقل کیا غرضیکہ علم حدیث کی تحصیل میں شب و روز کا ہر لمحہ لگا دیا اور ہر چھوٹے بڑے شہر اور گاؤں تک پہونچنے کی کوشش کی جہاں بھی کوئی قابل ذکر محدث کی خبر ملی، حتی کہ بعض حدیثوں کے سماع کے لیے وہ اسلامی قلمرو کے سرحدی مقامات پر واقع فوجی چھاؤنیوں میں بھی تشریف لے گئے جہاں غیر فوجی کو جانے کی اجازت نہیں تھی، انھوں نے مُرابط بن کر ان فوجی چھاؤنیوں میں مہینوں گزارے اور وہاں قیام پذیر ہوکر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا خلیلی نے ابوزرعہ کے شاگرد برذعی کا بیان نقل کیا ہے، برذعی کہتے ہیں:

سمعت ابا زرعۃ الرازی یقول لم اعرف لنفسی رباطاً خالصاً فی ثغرة قصدت قزوین مرابطاً و من همتی ان اسمع الحدیث من الطنافسی و محمد بن سعید بن سابق و دخلت	میں نے ابوزرعہ رازی سے سنا وہ کہتے تھے، کہ میں فوجی چھاؤنیوں میں مرابط بن کر داخل ہوا میرا مقصد صرف سماع حدیث تھا میں قزوین کی چھاؤنی میں گیا میرا مقصد وہاں علی بن محمد ابوالحسن الطنافسی اور

سلہ یہ الارشاد للخلیلی ج ۲ ترجمہ ابوحاتم۔

بیروت مرابطاً ومن نیتی ان اسمع عن العباس بن الولید ودخلت رہا مرابطاً ومن نیتی ان اسمع عن ابی فروۃ الرہاوی فلا اعرف لنفسی رباطاً خلصت نیتی فیہ ثم بکی علہ

(متوفی ۲۴۳ھ) اور محمد بن سعید سابق ابو سعید الرازی (متوفی ۲۱۶ھ) سے سماع حدیث تھا۔ بیروت کی چھاؤنی میں جانے کا مقصد عباس بن الولید العذری البیروتی (متوفی ۲۷۰ھ) سے حدیث سننا تھا، رہا کی چھاؤنی میں جانے کی غرض ابو فروہ رہاوی، (متوفی ۲۳۱ھ) سے سماع حدیث تھا۔ ہر بار میں جاتے رہے میری نیت خالصۃً طلب حدیث کی تھی کوئی دوسرا مقصد نہیں تھا۔ یہ کہہ کر وہ رو پڑے،

مختلف مقامات کا سفر

ابو زرعہ کے مقامات سفر کا جب تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ صرف مشہور علمی مرکزوں ہی پر اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ اس مرکزی مقام پر استفادہ مکمل کرنے کے بعد اس کے اطراف و جوانب کے چھوٹے چھوٹے نسبتاً غیر مشہور مقامات کا بھی سفر کرتے تھے۔ اگر وہاں کوئی قابل ذکر اہل علم موجود رہے، چنانچہ مختلف تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو زرعہ کے مقاماتِ سفر میں مندرجہ ذیل شہر اور گاؤں شامل ہیں:

۱۔ قزوین جو شہر رے سے ۲۷ فرسخ پر واقع ہے، قزوین کے مشاہیر علماء، محدثین میں ابو عبداللہ بن ماجہ، موسیٰ بن ہارون بن حبان، حسین بن علی طنافسی، احمد بن ابراہیم بن سمویہ العجلی، اسحاق بن محمد الکسائی اور ابوبکر بن ہارون بن الحجاج سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے علمی استفادہ کیا، یہ سفر ۲۱۴ھ سے قبل ہوا تھا۔ [۲]

---

[۲] الارشاد ۱۳۳ فی علماء قزوین۔

۲۔ ابوزرعہ نے علامہ ساوہ سے بھی اکتساب فیض کیا، ساوہ رے اور ہمدان کے وسط میں واقع ہے، دونوں جگہ سے اس کی مسافت ۳۰ فرسخ ہے، ساوہ کے مشہور محدث عیسیٰ بن موسیٰ المعروف بغنجار (متوفی ۱۸۶ھ) کے شاگرد محمد بن امیۃ الساوی کے پاس ان کی حدیثیں تھیں، ان حدیثوں کے سماع کے لیے یہ سفر کیا گیا تھا۔

۳۔ نیساپور اسلامی علوم و فنون کا ایک بڑا مرکز رہا ہے، نیساپور میں ان دنوں مشہور محدث و فقیہ اسحاق بن راہویہ، ابویعقوب الحنظلی المعروف بابن راہویہ المروزی (متوفی ۲۳۸ھ) قیام پذیر تھے، ابوزرعہ کا یہ سفر انہی سے سماعت حدیث کے لیے تھا، ابوزرعہ کی نیساپور میں آمد کو ابن راہویہ نے کتنی اہمیت دی تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ ایک نوجوان عالم ابوزرعہ آپ کے پاس استفادہ کے لیے آئے ہوئے ہیں تو ابن راہویہ نے کہا کہ :-

بلغنی ان ھذا الفتی دار دوقد اعددت مائۃ وخمسین الف حدیث القیھا علیہ خمسون الفا منہا معلولات الاصح [1]	ہاں مجھے خبر ملی ہے، میں نے ڈیڑھ لاکھ حدیثیں ان کے لیے تیار رکھی ہیں، جن میں پچاس ہزار حدیثیں معلول ہیں یہ سارا ذخیرۂ حدیث ان کو پیش کرونگا۔

یہ ذہن میں رہے کہ ابن راہویہ کا یہ اہتمام اس نوجوان کے لیے ہے، جس کی عمر صرف بیس سال کی تھی۔

۴۔ ابوزرعہ کا سفر بغداد ان کے علمی اسفار میں ایک اہم ترین سفر ہے، انہوں نے بغداد کا سفر ایک سے زائد بار کیا ہے جیسا کہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں تفصیل سے لکھا ہے، یہ سفر افادہ و استفادہ دونوں اعتبار سے ممتاز تھا۔ ایک طرف وہ عالم اسلام کی مشہور

---

[1] الارشاد ج ۹ فی ترجمۃ اسحاق بن راہویہ۔

ترین شخصیت امام احمد بن حنبلؒ سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں، دوسری طرف علماء بغداد میں ابراہیم بن اسحاق الحربی، عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ اور قاسم بن زکریا المطرز وغیرہم کہ ابو زرعہ سے سماع حدیث کرتے ہیں۔[1]

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ "

لما ورد علینا ابو زرعة نزل عندنا فقال لی ابی یا بُنی قد اعتضت بنوافلی مذاکرة هذا الشیخ[2]

ابو زرعہ جب بغداد آئے تو وہ ہمارے یہاں ہی اترے اس وقت والد صاحب نے کہا کہ صاحبزادے میں اپنی نفل نمازوں کے بدلے اس شیخ سے مذاکرۂ حدیث کرونگا۔

یوں تو حضرت امام احمد بن حنبلؒ ابو زرعہ کے استاذ اور شیخ حدیث تھے اور ابو زرعہ نے بھی آپ سے استفادہ میں کوئی کمی نہیں کی، لیکن دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کو بہت سی حدیثوں کی صحت میں تردد تھا اور ان روایتوں کی صحت کو آپ نے ابو زرعہ کے ذریعہ جانا، چنانچہ ایک مشہور روایت کے سلسلہ کا ایک واقعہ ہے، خطیب بغدادی نے اس واقعہ کو محمد بن صالح بغدادی کی روایت سے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ "

رأیت ابا زرعة دخل علی احمد بن حنبل وحدثه ورأیته قد تبجح علی حدیث کان حدثه عبد الرزاق عن معمر عن منصور عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا سجد جافی بین جنبیه، قد تبجح علیه احمد فقال،

حضرت ابو زرعہ امام احمد بن حنبل کے پاس آئے اور انھوں نے حدیث بیان کی تو میں نے دیکھا کہ حضرت امام کو اس حدیث کو قبول کرنے میں تردد ہوا تو ابو زرعہ نے امام صاحب سے کہا کہ اس حدیث کے بارے میں کیا تردد ہے؟

---

[1] : تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۰ ص ۳۲۶۔

[2] : ایضاً ص ۳۲۷۔

قال لہ ابو زرعۃ ای شیئ خبر ھذا الحدیث فقال اخاف ان یکون غلطاً علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط منسوب ہے۔

اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے کہ ابوزرعہ نے کہا کہ حضرت! یہ حدیث صحیح ہے اور پھر ابوزرعہ نے دو صحیح ترین سندوں سے اس حدیث کو امام صاحب کے سامنے پیش کیا، تب امام صاحب نے اس حدیث کی صحت پر اظہار اطمینان کیا اور ابوزرعہ سے فرمایا کہ ذرا قلم دیجئے، اور ان کے ہاتھ سے قلم لے کر اپنی کتاب میں آپ نے صحیح، صحیح، صحیح تین بار لکھ دیا۔[1]

۵۔ ابو یعلی الموصلی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوزرعہ شہر واسط میں بھی کچھ قیام کرکے افادہ واستفادہ میں مصروف رہے ان کے الفاظ یہ ہیں:-

کتبنا بانتخابہ بواسط ستۃ الاف[2] — ہم نے واسط میں ان کی چھ ہزار منتخب حدیثوں کو لکھا ہے۔

۶۔ انبار سے چند فرسخ کے فاصلہ پر حدیثۃ النورۃ واقع ہے، مصر سے واپس ہوتے ہوئے یہاں بھی آپ نے قیام کیا اور وہاں کے مشہور محدث سُوید بن سعید بن سہل بن شہریار الہروی ابو محمد الحدثانی الانباری نزیل حدیثۃ النورہ (متوفی ۲۴۰ھ) جو امام مسلم، ابن ماجہ وغیرہ کے شیوخ میں سے ہیں، ان سے استفادہ کیا ابوزرعہ کی ان کے بارے میں رائے ہے:-

اما کتبہ فصحاح وکتب اتتبع اصولہ واکتب منہا فاما اذا حدث من — ان کی کتابیں تو سب کی سب صحیح ہیں ان کی روایت کرنا صحیح ہے جو انھوں نے اپنے

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۰ ص ۳۲۷۔

[2] ایضاً ص ۳۳۴ وتہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۲۔

حفظ و ثلاثہ[1] حافظہ کی مدد سے بیان کرتے وہ معنی لئے نہیں لکھیں۔

ابوزرعہ کی اس رائے کا وزن امام بخاری کی اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے، جو انہوں نے سوید بن سعید کے بارے میں پیش کی ہے امام بخاری نے لکھا ہے:

کان قد عمی فیلقن مالیس من حدیثہ[2] بعد میں نابینا ہو گئے تھے لوگ ان کی روایتوں میں آمیزش کر کے روایت کرنے لگے تھے۔

۷۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بصرہ علم حدیث کا ایک اہم ترین مرکز تھا۔ اس لیے ابوزرعہ ایک سے زائد بار بصرہ تشریف لے گئے اور بصرہ کے بیشتر محدثین سے انھوں نے استفادہ کیا، اسی کے ساتھ ساتھ علماء بصرہ بھی حضرت ابوزرعہ کے قدر شناس اور ان کی عظمت و فضیلت کے معترف تھے ابن ابی حاتم کا بیان ہے: کہ حضرت ابوزرعہ نے بتایا کہ جب ہم بصرہ میں تھے تو حضرت ابوالولید الطیالسی جو اپنے دور کے امام حدیث تھے انھوں نے ہم سے کہہ رکھا تھا:

اذا کان عندنا قوم فلا تستاذنوا فلیس علیکم حجاب[3] جب لوگ میرے پاس ہوں تو آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں بے تکلف چلے آئیں۔

ابوزرعہ نے مزید بتایا کہ کبھی کبھی وہ دسترخوان پر ہوتے تھے تو ہمیں اپنے ساتھ کھانے پر مجبور کر دیا کرتے تھے، ابوزرعہ نے ان سے بہت سی حدیثیں لکھیں لیکن وسعت علم اور تحقیق و تنقید کی فطری صلاحیتوں سے کام لے کر ان حدیثوں میں سے جو ان کے معیار صحت پر پوری اترتی تھیں انھیں لکھ لیتے تھے، بقیہ مرویات کو ترک کر دیتے تھے۔

---

[1] : تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۳۰۔

[2] : تہذیب التہذیب ج۴ ص ۲۷۲۔

[3] : تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۳۴۵۔

اسی طرح ابوزرعہ نے بصرہ کے دوسرے مشہور محدث ابوسلمہ التبوذکی سے دس ہزار حدیثیں لکھیں، بصرہ میں بعض مواقع پر اُن کے علم و فضل کا امتحان بھی لیا گیا لیکن جب انھوں نے ایک سے زائد ثبوت پیش کیے تو وہ مطمئن ہوگئے، جیسا کہ سلیمان الشاذ کوفی کی مجلس درس کا واقعہ ہے جب انھوں نے ان کی کئی روایتوں پر تنقید کی تو انھوں نے غصہ کا اظہار کیا لیکن ابوزرعہ کے بحر مواج نے اس آتش غضب کو بجھا دیا۔[1]

۸۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو جو امتیاز اور خصوصیت حاصل تھی اسکی وجہ سے ہر صاحب علم کے لیے تکمیل علم کے لیے ان دونوں مقدس شہروں کے اہل علم سے استفادہ ضروری تھا، ابوزرعہ نے اپنے دوسرے سفر میں جو ۲۲۷ھ سے شروع ہوکر اوائل ۲۳۲ھ میں ختم ہوتا ہے ان دونوں شہروں کے محدثین و علماء سے استفادہ کیا، مکہ میں محمد بن عاصم بن حفص المعافری ابوعبداللہ المصری (متوفی ۲۱۵ھ) جو ان دنوں مکہ میں اقامت گزیں تھے ان سے حدیثوں کی کتابت کی ہے۔[2]

ابوزرعہ نے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ہی یعقوب بن اسحاق بصری، اسی طرح موسیٰ بن حماد النخعی، محمد بن سلام بن عبداللہ بن زیاد ابوعبداللہ الایلی، عمرو بن ہاشم البیروتی سے روایتیں لیں۔

مدینہ طیبہ تین بار جانے کا اتفاق ہوا، وہاں کے مشہور محدث اسماعیل بن ابی اویس سے استفادہ کا موقعہ بعض اسباب کی وجہ سے نہ حاصل ہوسکا جیسا کہ خود ابوزرعہ نے بیان کیا:

دخلت المدينة ثلاث مرات وهو	میں مدینہ تین بار گیا وہ اس وقت حیات
حي ولم يقدر لي ان اكتب عنه شيئاً	تھے لیکن ایسے اتفاقات ہوئے کہ میں ان

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۲۹۔

[2] الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۴۷۵، ق ۱۳، ایضاً ص ۲۰۴۔ ۱۴۰، ج ۳ ص ۲۷۸۔

سے کچھ بھی نہ لکھ سکا۔

قلت - القائل البرذعی - وکیف ذلک؟ قال کان مرۃ علیلاً و مرۃ متواریاً وکان مرۃ غائباً ؎۱

سائل برذعی نے کہا وہ کیونکر ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک بار تو وہ صاحب فراش تھے، ایک بار وہ روپوش تھے ایک بار ان کے سلسلہ میں کوئی خبر ہی نہیں ملی کہ وہ کہاں ہیں؟

۹۔ حضرت ابوزرعہ شام کے مشہور شہروں میں بھی طلب حدیث کے سلسلے میں تشریف لے گئے، پورے شام میں دمشق کو خصوصی اہمیت حاصل تھی، اسلامی حکومت کا دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے یہاں بہت سے صحابہ کرامؓ اقامت گزین تھے، ان کی ذات سے احادیث نبویؐ کا فیضان عام ہوا، پھر ان کے بعد ان سے استفادہ کرنے والے تابعین وتبع تابعین کا وہ مرکز رہا، بڑے بڑے محدثین نے وہاں اپنی مسند درس بچھائی، حضرت ابوزرعہ اس سے کیسے صرفِ نظر کر سکتے تھے، آپ نے ایک سے زائد بار شام کے شہروں کا سفر کیا، شہر دمشق کے ایک درجن سے زائد محدثین کے نام ملتے ہیں جن سے امام ابوزرعہ نے روایتیں لی ہیں، حلب میں متعدد محدثین سے سماع حدیث کیا۔

ابوزرعہ جس شہر میں تشریف لے جاتے وہاں مکمل استفادہ کے بعد اس بات کی بھی جستجو کرتے کہ اطراف وجوانب میں کہاں کہاں محدثین اور اہلِ علم موجود ہیں، اور جب پتہ چل جاتا تو وہاں آپ تشریف لے جاتے چنانچہ حران سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ایک آبادی تھی، وہاں جاکر آپ نے مخلد بن مالک سے علم حدیث حاصل کیا۔ ؎۲

اسی طرح عسقلان، بیروت، مصر اور راہ میں پڑنے والی آبادیوں میں رک رک کر اہل علم سے استفادہ کرتے رہے غرضکہ حضرت ابوزرعہ نے سن شعور کو پہونچتے

؎۱ :۔ اجوبۃ ابی زرعۃ علی اسئلۃ البرذعی ورقہ ۳۹ بحوالہ ابوزرعہ الرازی وجہودہ فی السنۃ النبویۃ ج ۱ ص

؎۲ :۔ الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۳۴۹۔

ی اور علمی اسفار کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت تک وطن میں سکون کے ساتھ نہ بیٹھے جب تک ان کے پاس احادیث نبوی کا عظیم ترین ذخیرہ نہ جمع ہوگیا، چونکہ ان اسفار میں افادہ و استفادہ دونوں کا سلسلہ جاری تھا اس لیے اہل علم اور محدثین نے ابوزرعہ کے مقام و مرتبہ کو بھی اچھی طرح پہچان لیا جیسا کہ مصر کے مشہور محدث حافظ حدیث یونس بن عبد الاعلیٰ نے کہا ہے:

ابازرعة اشهر فی الدنیا من الدنیا لہ — ابوزرعہ کی دنیا میں شہرت دنیا سے زیادہ ہے۔

ان اسفار میں ابوزرعہ نے ۵۶ شیوخ حدیث سے حدیث کا سماع کیا ان کی روایتوں کو قلم بند کیا ان کے علاوہ ۲۴ وہ شیوخ حدیث ہیں جن سے خط وکتابت کے ذریعہ علم حدیث حاصل کیا اور ان کی روایتوں کی اجازت ملی، ۱۴ شیوخ حدیث وہ ہیں جن سے ملاقات کے باوجود ابوزرعہ نے ان سے روایتیں نہیں لیں ؎۲، کیونکہ ان کی روایتیں ابوزرعہ کے مقرر کردہ معیار تحقیق پر پوری نہیں اُترتی تھیں، چند ایسے شیوخ حدیث ضرور ہیں جن کے ضعف کے باوجود بھی ابوزرعہ نے ان کی روایتوں کو ذکر کیا ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کو ان کے ضعف کا علم نہیں، اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہ روائتیں انھوں نے بطور استشہاد اور شہادت زائد کے طور پر لی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے کیا ہے، کہیں بنیادی طور پر ان کو نہیں لیا گیا ہے، ابوزرعہ سے روایت کرنے والوں اور ان کے تلامذہ کی تعداد تلاش وتفحص کے بعد ۶۸ ملتی ہے۔ ؎۳

لہ۔ تاریخ دمشق لابن عساکر فی ترجمة ابی زرعہ۔

ﷲ۔ ابوزرعة الرازی وجهوده فی السنة النبویه ج ۱ ص ۸۵ تا ص ۱۵۸ میں تفصیل دیکھئے۔

سلہ۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ابوزرعة الرازی وجهوده فی السنة النبوی ا ص ۱۶۳ تا ص ۱۷۲۔

فضائل وکمالات

علم القرأت جو اسلامی فنون میں سے ایک اہم فن ہے اس کے اندر مختلف قرأتیں ہیں، ان قرأتوں کی روایت کرنے والے بھی الگ الگ ہیں، ابوزرعہ نے چودہ مشہور راویان قرأت سے روایتیں لی ہیں۔ علم القرأت میں ان کے تبحر اور وسعت علم کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوتا ہے جسے خطیب بغدادی نے پوری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عن ام عمرو بنت شمر قالت سمعت سوید بن غفلۃ یقرأ وعیسی عین یرید حور عین، قال صالح الفقیہ هذا على زرعة فبقى متحیراً وقال انا احفظ فى القراءات عشرة الاف حدیث قلت: فتحفظ هذا؟ قال، لا، [1]	ام عمرو بنت شمر نے کہا کہ میں نے سوید بن غفلہ کو حور عین کی جگہ عیسی عین پڑھتے ہوئے سنا تو راوی صالح نے کہا کہ میں نے یہ بات ابوزرعہ کے سامنے پیش کی، انھوں نے بڑی حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں قرأت کے سلسلے میں دس ہزار حدیثیں یاد رکھتا ہوں مجھے کسی روایت میں یہ قرأت نہ ملی۔

ابن رجب ابوزرعہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک دن فرمایا کہ =

انا احفظ ست مائة الف حدیث صحیح واربعة عشر الف اسناد فى التفسیر والقراءات [2]	میرے حافظہ میں چھ لاکھ صحیح حدیثیں ہیں اور چودہ ہزار سندیں تفسیر اور قرأتوں کے سلسلہ میں ہیں۔

روایت ودرایت کے اصول جو ابوزرعہ کے یہاں پائے جاتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ان اصولوں پر کافی غور وخوض کے بعد ان کو قبول کیا ہے مثلاً

---

[1] شرح علل الترمذی ص ۱۹۲ بحوالہ ابوزرعۃ الرازی ج ۱ ص ۱۰۶۔

[2] ایضاً

ایک مسئلہ یہ ہے کہ مرسل حجت ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

سمعت ابی وابا زرعة یقولان لا یحتج بالمراسیل ولا تقوم الحجة الا بالاسانید الصحاح المتصلة[1]

میرے والد اور ابوزرعہ دونوں کہتے ہیں کہ مرسل روایتیں حجت نہیں، صحیح متصل سند سے جو روایتیں ہیں وہی حجت بن سکتی ہیں۔

اسی طرح ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی ثقہ کسی ضعیف راوی سے روایت کرتا ہے تو کیا اس ضعیف راوی سے روایت کی جائے گی؟ ابن ابی حاتم نے ابوزرعہ سے پوچھا کہ سفیان ثوری، کلبی سے روایت کرتے ہیں جبکہ کلبی ضعیف ہے تو سفیان ثوری کا اس سے روایت کرنے کا کیا مقصد ہے؟ کیا ان کے نزدیک وہ ضعیف نہیں ہے؟ اس کے جواب میں ابوزرعہ نے کہا:

کان الثوری یذکر الروایة عن الکلبی علی الانکار والتعجب لیتعلقوا عنه روایته عنه ولم تکن روایته من الکلبی قبوله له[2]

سفیان ثوری کلبی سے جو روایت کرتے ہیں تو ان کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کو صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ان کا مقصد اس روایت کی غلطی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے، نہ کہ وہ اس کو قبول کرتے ہیں۔

اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ابوزرعہ کے نزدیک کسی ثقہ کا کسی ضعیف راوی سے روایت کرنا اس کی تعدیل نہیں ہو سکتی۔

سندوں اور راویوں پر ان کی نگاہ کتنی گہری تھی اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ اصح الاسانید کون ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ الزهری عن سالم عن ابیه عن النبی ﷺ، منصور عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله

۱۔ المراسیل لابن ابی حاتم ص ۱۳۔

۲۔ الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۳۶-۳۷۔